اسلام کا عائلی نظام

رحمت ہی رحمت

______ سید جلال الدین عمری

جماعت اسلامی ہند نے مسلمانوں میں اسلامی شریعت کے سلسلے میں بیداری لانے کے لیے ملک گیر سطح پر 'مسلم پرسنل لا بیداری مہم' [۲۳/اپریل تا ۷/مئی ۲۰۱۷ئ] کا انعقاد کیا۔ الحمد للہ اس مہم کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ مہم کے دوران، حیدر آباد، چنّئی، کولکاتہ اور دہلی میں امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا سید جلال الدین عمری کے خطابات ہوئے۔ مؤرخہ ۲۶/اپریل ۲۰۱۷ء کو انھوں نے چنّئی میں جو تقریر کی تھی، اسے افادۂ عام کے لیے موصوف کی نظر ثانی کے بعد یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ (رضی الاسلام)

اسلام کے عائلی نظام کو ہم 'مسلم پرسنل لا' کہتے ہیں۔ اس میں نکاح ، طلاق، خلع ،نان و نفقہ، وراثت ، وصیت، رضاعت اور حضانت وغیرہ شامل ہیں۔ حضانت کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی الگ ہوگئے تو بچوں کی پرورش کون کرے گا؟ بچے اگر چھوٹے ہیں تو ان کی پرورش کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اس طرح کے بہت سے مسائل اس کے اندر آتے ہیں۔ اس کا تعلق میاں بیوی سے بھی ہے، ماں باپ سے بھی اور اولاد سے بھی، بھائی بہن سے بھی ہے اور دوسرے رشتہ داروں سے بھی۔ سب کے حقوق اور ذمہ داریاں قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ میاں بیوی

کے کیا حقوق ہیں؟ ماں باپ کے کیا حقوق ہیں؟ ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ رشتے داروں کے کیا حقوق ہیں؟ ان کے درمیان کیا تعلق ہے؟ میاں بیوی کا تعلق اصل میں محبت و الفت کا تعلق ہے۔ اسی لیے اس کا جوڑا بھی اسی سے بنایا گیا ہے۔ اس کے جذبات بھی ٹھیک اسی طرح کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں ایسا نہیں کیا ہے کہ کسی دوسری مخلوق کو انسان کا جوڑا بنا دیا ہو۔

شریعت کے ان احکام کا تعلق، خواہ میاں بیوی سے ہو یا ماں باپ سے، اولاد سے ہو یا بھائی بہن سے یا دوسرے قریبی رشتہ داروں سے، ان کے سلسلے میں قرآن میں بہت تفصیل آئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی وضاحت کردی ہے۔ اس وقت سے اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ ان پر عمل نہ ہوا ہو۔ جب نماز فرض ہوئی، روزہ فرض ہوا، زکوٰۃ کے احکام آئے، حج کے احکام آئے، اس وقت سے مسلسل آج تک ہر آدمی ان پر عمل کر رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح پرسنل لا پر بھی عمل ہوتا رہا ہے۔

بعض اوقات یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پرسنل لا کا مسئلہ میاں بیوی کا انفرادی مسئلہ ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ مسئلہ پورے خاندان سے متعلق ہے۔ قرآن وحدیث نے نماز روزے کی طرح ان کی بھی پابندی کا حکم دیا ہے۔ جب سے یہ احکام آئے ہیں، کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے کہ اس پر عمل نہ ہوا ہو۔ اس پر عمل اس وقت بھی ہوا ہے جب مسلمان اقتدار میں تھے اور اس وقت بھی اس پر عمل ہوا جب وہ اقتدار میں نہیں تھے۔ اس پر عمل عرب میں بھی ہوا اور جب مسلمانوں کی حکومت عرب سے باہر قائم ہوئی وہاں بھی ہوا۔ عراق میں ہوا، مصر اور شام میں ہوا، فلسطین میں ہوا، بلکہ ساری دنیا میں ہوا۔ آج بھی اس پر ان ممالک میں عمل ہو رہا ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور ان ممالک میں بھی ہو رہا ہے جہاں وہ اقلیت میں ہیں، جیسے ہندوستان یا وہ مغربی ممالک جہاں وہ دو چار فیصد ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم یہاں دو فیصد ہیں، اس لیے نماز نہیں پڑھیں گے، یا روزے نہیں رکھیں گے، یا اس میں

ترمیم کریں گے۔ گرمی کا موسم ہے تو روزے دوسرے مہینے میں رکھ لیں گے۔ زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے، نہیں دیں گے۔ اس طرح کی باتیں کوئی نہیں کہہ سکتا۔ مسلمان کہیں بھی رہے اور کسی بھی حال میں رہے، اقتدار میں رہے یا اقتدار کے باہر رہے، وہ ان عائلی احکام کا پابند ہے۔ ان کی اسی طرح تاکید کی گئی ہے، جس طرح نماز روزے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں عائلی احکام بیان کیے گئے ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ حدیں ہیں، ایک مسلمان کو ان کے اندر رہنا ہوگا، ان سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا۔ ایک جگہ تقسیمِ وراثت کے اصول بیان ہوئے ہیں، اس کے آگے فرمایا:

تِلْکَ حُدُودُ اللّٰہِ وَمَن یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِن تَحْتِہَا الأَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْم

(النسائ:۱۳)

یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی کام یابی ہے۔

انسان کے لیے اس سے بڑی کام یابی اور کیا ہوسکتی ہے کہ جب وہ اس دنیا سے جائے تو ہمیشہ جنت میں رہے۔ اس کے بعد فرمایا:

وَمَن یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُودَہٗ یُدْخِلْہُ نَاراً خَالِداً فِیْہَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّہِیْن (النساء: ۱۴)

اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی گئی حدوں سے تجاوز کرے گا، اسے اللہ جہنم کی آگ میں ڈالے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن سزا ہے۔

یہاں وراثت کا قانون بیان ہوا ہے۔ اللہ نے اس کے حدود بیان کردیے ہیں۔ جو شخص ان سے آگے بڑھے گا یا ان میں ترمیم کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ سزا اس شخص کے لیے ہے، جو احکامِ الٰہی کا منکر ہے۔ جو شخص ان احکام کو اللہ کی طرف

سے مانتا ہے، لیکن عملاً کوتاہی کرتا ہے، اسے سزا کے بعد جہنم سے نکال دیا جائے گا، اس کے لیے ابدی جہنم نہیں ہے۔ ایک جگہ احکامِ طلاق کے بعد فرمایا:

تِلْکَ حُدُودُ اللّٰہِ فَلاَ تَعْتَدُوھَا وَمَن یَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰہِ فَأُوْلٰـئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُونَ (البقرۃ:۲۲۹)

یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدودِ الٰہی سے تجاوز کریں، وہی ظالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق کا طریقہ بیان کر دیا ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے اور اس کی قائم کردہ حد ہے۔ جو اللہ کی حد کو توڑے گا، وہ دوسرے کو کیا نقصان پہنچائے گا؟ خود اپنا ہی نقصان کرے گا۔ آدمی سوچتا ہے کہ اس نے بیوی کا حق نہیں دیا، رشتہ داروں کا حق مار لیا، بچوں کا حق مار لیا، بھائی بہن کا حق مار لیا تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کرلی۔ قرآن کہتا ہے کہ نہیں! دوسروں کی تباہی ہوئی ہے یا نہیں، یہ بعد میں دیکھیں گے، یاد رکھو سب سے پہلے تم خود تباہ ہو گئے۔

جن قوموں نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی، اللہ نے ان کا بڑا سخت حساب لیا اور وہ تباہ کر دی گئیں۔اس لیے کوئی قوم یہ نہ سوچے کہ ہم اللہ کی نافرمانی کر کے اس کے عذاب سے بچ جائیں گے۔سورۂ طلاق میں بات ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَکَأَیِّن مِّن قَرْیَۃٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّھَا وَرُسُلِہِ فَحَاسَبْنٰھَا حِسَاباً شَدِیْداً وَعَذَّبْنٰھَا عَذَاباً نُّکْرا۔فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِھَا وَکَانَ عَاقِبَۃُ أَمْرِھَا خُسْراً (الطلاق: ۷۔۸)

کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی تو ہم نے ان سے سخت محاسبہ کیا اور ان کو بری طرح سزا دی۔ انھوں نے اپنے کیے کا مزا چکھ لیا اور ان کا انجامِ کار گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔

اس لیے کوئی قوم اور کوئی آبادی یہ نہ سمجھے کہ اللہ کے احکام کی نافرمانی کر کے وہ بچ جائے گی۔ یہ تنبیہ اسی لیے کی گئی کہ ان احکام کی پابندی آدمی اسی طرح کرے جس

طرح ان کا پابند کیا گیا ہے۔لوگوں کو آج کل نماز روزے کی پابندی تو بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے،لیکن دوسرے احکام کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ ان پر عمل کے معاملے میں وہ آزاد ہیں۔ کہا گیا کہ نہیں،قومیں تباہ ہو چکی ہیں اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے، اس لیے اگر تم دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو اللہ کے احکام کے پابند رہو۔ یہ احکام پوری تفصیلات کے ساتھ قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔

اس ملک میں مسلمانوں کے بہت سارے مسائل ہیں۔ان کا سب سے بڑا مسئلہ تو یہی ہے کہ یہاں ان کی جان مال اور عزت و آبرو محفوظ رہے، فسادات نہ ہوں۔ یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر فسادات ہورہے ہیں اور مسلمانوں کی جانیں لی جارہی ہیں۔ایسے ایسے مسائل میں مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا جارہا ہے جن کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔وہ برسوں جیل میں پڑے رہتے ہیں، تب پتہ چلتا ہے کہ وہ بے گناہ تھے۔کوئی نوجوان بیس برس کی عمر میں جیل گیا، پھر دس بارہ برس بعد کہا جاتا ہے کہ یہ تو بے گناہ تھا۔اس کی تعلیم ختم ہوگئی، اس کا کیریر ختم ہوگیا، آئندہ تعلیم جاری رکھنا اس کے لیے مسئلہ ہے۔ اس کی وجہ سے پورے گھر والے پریشان ہوگئے۔ ماں باپ پریشان ہوئے، بیوی بچے پریشان ہوئے۔ اس طرح کے اور بھی بے شمار مسائل ہیں۔سچر کمیٹی نے بتایا ہے کہ مسلمان بہت سے معاملات میں دلتوں کے برابر آگئے ہیں۔مسلمانوں کی معاشی صورت حال بہت خراب ہے۔تعلیم کے لحاظ سے وہ دوسروں سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ معاشی اور تعلیمی پہلو سے بھی وہ سب سے پچھلی صف میں ہیں۔نوکریوں میں بھی ان کا اوسط برائے نام ہے۔ریزرویشن کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو ہنگامہ کیا جاتا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ اقلیتوں کے لیے ابھی تلنگانہ میں بارہ فیصد کا مطالبہ کیا گیا تو ہنگامہ ہوگیا۔ایسے ہی تمل ناڈو میں برائے نام ریزرویشن ہے،اس پر بھی ہنگامہ ہورہا ہے۔کرناٹک میں ریزرویشن ہے تو اس کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔مسلمانوں کے بہت سے مسائل ہیں۔ان سب کو چھوڑ کر کہا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے پرسنل لا پر عمل کررہے ہیں، اس لیے وہ پیچھے ہیں۔

یہ بات پوری قوت کے ساتھ سامنے آنی چاہیے کہ مسلمان یہاں تعلیم میں، معیشت میں اور دوسرے میدانوں میں پیچھے رہ جائیں گے تو یہ ملک کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے کہا جا رہا ہے کہ مسلمان اپنے پرسنل لا سے چمٹے ہوئے ہیں، اس لیے پیچھے ہیں۔ اگر یہ پرسنل پر عمل کرنا چھوڑ دیں تو گویا آگے ہو جائیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارا کچھ دین تو مسجدوں میں ہے اور کچھ گھروں میں ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ گھروں سے بھی نکل جائے۔ اگر ہمارے بچے یہ سمجھ لیں کہ یہ دین باپ دادا تک تھا، اب اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے،تو پھر یہ دین ختم ہو جائے گا۔ آپ کی کوئی پہچان نہیں رہے گی۔ آپ کی شادی دوسرے لوگوں کی طرح ہو گی اور میاں بیوی میں جدائی بھی اسی طرح ہوگی اور آپ کی وراثت بھی اسی طرح سے تقسیم ہونے لگے گی۔ پھر آپ کی کوئی پہچان ہی نہیں رہے گی۔ ساری دنیا میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو ہر طرح سے الگ تھلگ کر دیا جائے۔ حکومت اور اقتدار ان کے ہاتھ میں نہ رہے اور وہ اقتدار میں ہوں تو ہمارے اشارے پر چلتے رہیں۔ اس میں وہ کام یاب ہیں۔ انھیں پریشانی ہے کہ مسجد سے اور گھر سے ان کا دین نہیں نکل رہا ہے۔ وہ اسے نکالنا چاہتے ہیں۔ بس اس کوشش میں یہ سارے لوگ لگے ہوئے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اس کو نکالنے کے بعد آپ کی کوئی پہچان نہیں رہے گی۔

آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاں نکاح کا ایک طریقہ ہے۔ لیکن کورٹ یہ کہتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی ایک ساتھ رہ رہے ہیں تو یہ شادی شدہ ہیں۔ ان کا ساتھ رہنا ان کی نظر میں شادی شدہ ہونے کے لیے کافی ہے۔ 'لو میرج' کے نام پر یا کسی اور نام پر اگر دونوں ساتھ رہ رہے ہیں تو وہ شادی شدہ ہیں۔ اس سے جو اولاد ہوگی وہ بھی صحیح اولاد ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ نکاح نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر اسلام کا نظامِ خاندان ختم ہوا تو پھر اس ملک میں ہماری کوئی پہچان باقی نہیں رہے گی۔ اس لیے اس بات کی کوشش کرنی چاہیے اور دنیا کو بھی بتانا چاہیے کہ مسلمانوں کے پرسنل لا کی کیا اہمیت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ان کا مذہبی تشخص ختم ہو جائے گا۔

طلاق کے مسئلے کو اس طرح پیش کیا جا رہا ہے کہ یہ مسلمانوں کا بہت بڑا مسئلہ ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں لاکھوں میں کوئی ایک واقعہ طلاق کا ہوتا ہے۔وہ غلط ہے یا صحیح ہے؟اس کا فیصلہ تومسلمان کریں گے۔مسلمانوں نے اپنے پرسنل لا پر ہر دور میں عمل کیا ہے۔انگریزوں کے دور میں بھی یہاں مسلمانوں کے پرسنل لا پرعمل ہوتا رہا ہے۔ ۱۹۳۷ء میں ایک ایکٹ پاس ہوا،جس میں کہا گیا کہ اگر دونوں فریق (یعنی مقدمہ دائر کرنے والے) مسلمان ہیں تو ان کے درمیان شریعت کے قانون کے مطابق فیصلہ ہوگا۔اگر اس میں کہیں کوتاہی ہوتی تھی تو بتایا جاتا تھا کہ اس میں ہمارا قانون یہ ہے، چنانچہ اس کے مطابق اصلاح ہوجاتی تھی ۔ یہی بات ہمارے دستور میں بھی تسلیم کی گئی ہے کہ یہاں کے ہر گروہ کو اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے۔وہ نہ صرف اس پر عمل کرسکتے ہیں، بلکہ اسے پھیلا بھی سکتے ہیں، اس کی تبلیغ بھی کر سکتے ہیں۔یہ تمام حقوق یہاں کے دستور نے دیے ہیں۔

اگر کوئی مسلمان اپنے پرسنل لا پرعمل کرتا ہےتو وہ کوئی خلافِ دستور کام نہیں کرتا، بلکہ اسی دستور کے اندر رہ کر کام کرتا ہے۔ بہت سےلوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک دستور ہے۔مسلمانوں نے یہ نیا دستور کہاں سے نکال لیا؟ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں نے کوئی دستور نہیں نکالا، بلکہ ملک کے دستور نے جوحق انھیں دیا ہے اس پر عمل کررہے ہیں۔ملک کے دستور نے خود تسلیم کیا ہے کہ یہاں کی ہر کمیونٹی کواپنے پرسنل لا پرعمل کرنے کا حق ہے۔ہم اس پرعمل کررہے ہیں۔اس کے خلاف اگر جائیں تب آپ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی دوسرا قانون ہم بنارہے ہیں۔یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے اور پورے زوراورقوت کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

بہت سے غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اس ملک میں ہیں تو دستوری لحاظ سے انھیں اپنے پرسنل لا پرعمل کرنے کا حق ہے،لیکن ان کوسوچنا چاہیے کہ آج کے دور میں ان کا پرسنل لا نہیں چل سکتا۔اس میں بڑی ناانصافیاں ہیں۔عورت کو اس کا حق نہیں دیا گیا ہےاورمرد کوزیادہ دیا گیا ہے۔وراثت میں بھائی کا حصہ زیادہ ہے اوربہن کا حصہ

کم ہے، یا شوہر کا زیادہ اور بیوی کا کم ہے۔اس لیے مسلمانوں کو خود سوچ کر اپنے پرسنل لا میں ترمیم کر لینی چاہیے۔ایک مرتبہ ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا: ایک مسلمان نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اب وہ کہاں جائے گی؟ کیا کرے گی؟ کیسے زندگی گزارے گی؟ میں نے کہا: میں ایک سوال کرتا ہوں، اس کا جواب دیجیے۔ میاں بیوی میں بڑی محبت تھی، دونوں ایک دوسرے پر جان دیتے تھے، کوئی پریشانی نہیں تھی، لیکن معلوم ہوا کہ اچانک شوہر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، یا ہارٹ اٹیک ہو گیا، اب عورت کہاں جائے گی؟ انھوں نے کہا کہ یہ تو دوسرا مسئلہ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں، میرے سوال کا جواب دیجیے۔طلاق سے عورت الگ جا ہوتی ہے، اس طرح بھی تو وہ الگ ہوئی۔ مسلمان ان احکام پر چودہ سو سال سے عمل کر رہے ہیں۔اس طرح کی صورت حال صرف آج ہی نہیں پیش آ رہی ہے، اس سے پہلے بھی تو آتی رہی ہے۔ میں نے کہا کہ فرض کیجئے، ایک عورت کے ساتھ اس طرح کا حادثہ پیش آیا، شوہر نے اسے طلاق دے دی، یا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ مر گیا، اب دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ عورت سروس میں ہے، کما رہی ہے، ٹیچر یا لکچرر ہے، یا کوئی اور کام کر رہی ہے، اس کے پاس کوئی پیشہ ہے، یا باپ دادا کی پراپرٹی ہے، وراثت میں اسے دکان یا مکان ملا ہے، یا کسی انڈسٹری میں اس کا شیئر ہے، جس سے اس کی آمدنی ہو رہی ہے، یا اس کی کوئی کھیتی باڑی ہے، جس کے ذریعہ سے آمدنی ہو رہی ہے، تب تو گویا اس کا مسئلہ حل ہو گیا، اس کے لیے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جائے گی؟ ہر مہینے اسے ایک لاکھ روپے مل رہے ہیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اس کی شادی ہو جائے، آپ تو جوان عورت کی بات کر رہے ہیں! ہمارے ہاں بیوہ کی شادی آسانی سے نہیں ہوتی۔ یہ غلط کام ہے۔جس کی طلاق ہو گئی اس کی بھی شادی نہیں ہوتی، یہ بھی غلط کام ہے۔ فرض کیجئے، وہ شادی کے لیے تیار ہو گئی، اس کی شادی ہو گئی، تو اس کا مسئلہ کا بھی حل ہو گیا۔شوہر اس کی تمام ضروریات پوری کرے گا۔ دنیا میں ایسا بہت کم ہو گا کہ عورت کے زندہ رہنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔اگر ایسا ہو گا تو پھر وہ اپنے ماں باپ کے پاس چلی جائے گی۔وہ اس

کے کھانے پینے کا انتظام کریں گے، اس کی شادی بھی کرائیں گے۔

آج مسلم معاشرے کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ نہ انہیں دین کا علم ہے نہ دنیا کا۔ شہروں میں تو شاید کچھ حالت بہتر ہے، لیکن دیہاتوں میں مسلمانوں کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کسی بھی چیز کا انھیں علم نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ کلمۂ طیبہ کے معنیٰ ومفہوم سے بھی واقف نہیں ہیں۔ بس عید اور بقرعید میں وہ لوگ اپنے مسلمان ہونے کا کچھ مظاہرہ کر دیتے ہیں۔

اس صورت حال میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آشنا کرائیں اور ان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واقف کرائیں۔ والدین، بچوں، اعزاء و اقارب کے حقوق سے بھی واقف کرائیں اور انھیں ان باتوں پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کریں۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی قرآن کریم میں بہت تاکید آئی ہے۔ انسان جب بڑا ہو جاتا ہے تو وہ اپنے والدین کی شفقتوں اور محبتوں کو بھلا دیتا ہے کہ انھوں نے اسے کتنی مصیبتوں اور مشقتوں سے پالا پوسا ہے۔ وہ تو بس اپنے بیوی بچوں میں مست رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم نے متنبہ کیا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اگر والدین بوڑھے ہو جائیں تو ان کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَبِالْوَالِدَیْ □ نِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً (الاسرائ:۲۳۔ ۲۴)

اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انھیں اف تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم

کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کرو پروردگار! ان پر رحم
فرما جس طرح انھوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’وہ شخص ناکام ونامراد ہوا جسے اس کے ماں باپ یا ان دونوں میں سے کوئی ایک ملا اور پھر بھی وہ اپنی مغفرت نہ کروا سکا۔‘‘ (مسلم) اللہ تعالیٰ نے والدین کی خدمت کر کے اسے جنت میں جانے کا موقع دیا، لیکن اس نے اس موقع کو کھودیا۔ اس سے بڑا نامراد شخص کون ہوسکتا ہے؟

سماج اور معاشرے میں بہت سے لوگ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں یا انھیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ انھیں بھی اس معاملے پر تنبیہ کی جائے اور والدین کی اہمیت کو سمجھایا جائے۔ ایک صحابیؓ رسول نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ انھوں نے پوچھا: اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ تیسری مرتبہ انھوں نے پھر پوچھا: اس کے بعد؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تیری ماں۔ چوتھی مرتبہ انھوں نے پھر پوچھا: اس کے بعد؟ تب آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ۔ (بخاری ومسلم)

بچوں کی پرورش میں ماں اور باپ دونوں شریک ہوتے ہیں، لیکن حمل کی تکلیف برداشت کرنا، ولادت کی تکلیف برداشت کرنا، دودھ پلانے کی تکلیف برداشت کرنا، ان میں باپ شریک نہیں ہوتا۔

اسلام نے عدل اور مساوات کا حکم دیا ہے۔ اس نے تمام لوگوں کو ان کے حقوق عطا کیے ہیں اور کسی کے ساتھ بھی ناانصافی کا معاملہ نہیں کیا ہے۔ میاں بیوی کے حقوق، والدین کے حقوق، بھائی بہن کے حقوق، سب کو شریعت نے واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔

بہت سے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ آج بچوں کو دینی تعلیم بالعموم نہیں ملتی۔ جب وہ ڈھائی سال کے ہوتے ہیں تو نرسری کے حوالے کر دیے جاتے ہیں۔ ہائی اسکول، گریجویشن اور ڈاکٹریٹ تک انھیں دینی تعلیم نہیں دی جاتی۔

بچے اسکول جاتے ہیں، وہاں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سے واقف کرائیں۔ اگر ایسا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ ہم سے اس تعلق سے سوال کرے گا۔ اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:٦)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

ہمیں اپنی اولاد کی دینی تربیت اور دینی تعلیم کی فکر بھی کرنی چاہیے۔ ہم اس پہلو سے بہت کوتاہ ہیں۔ ہمیں اس بات کی تو بہت فکر ہے کہ ہمارا بیٹا ڈاکٹر، انجینیر اور آرکیٹیکٹ کیسے بنے گا اور کہاں اسے اچھی سے اچھی جاب ملے گی؟ ہندوستان میں رہے گا یا امریکہ، انگلینڈ، امارات، کنیڈا یا افریقہ میں رہے گا؟ لیکن آخرت میں ان کی کام یابی کے لیے فکر مند نہیں ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات سے انھیں واقف کرائیں اور اسلام کی جو کچھ بھی معلومات ہمیں حاصل ہیں، ان تک پہنچانے کی کوشش کریں، انھیں دینی تعلیم سے آراستہ کریں، ان کو ان کے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ کریں۔ اصلاً تو یہ کام والدین اور سرپرستوں کے کرنے کا ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کر رہے ہیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی کمیٹیاں بنائیں، جو ان نوجوان مسلمانوں کی کونسلنگ کر سکیں۔ اگر آپ نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا تو موجودہ تعلیم کے ماحول میں اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ لوگ اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں گے۔

موجودہ وقت میں تعلیم عام ہو رہی ہے۔ بعض بڑے شہروں میں تو غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی شرح بہت کم ہے، ان میں کیرلہ، چننی وغیرہ شامل ہیں۔ ایسی صورت حال میں جہاں ہم بہت سی دوسری باتوں کی فکر کرتے ہیں وہیں ہمیں اس بات کی بھی فکر کرنی چاہیے کہ بچوں کی صحیح اسلامی کونسلنگ ہو، تاکہ وہ اسلامی تعلیم سے واقف ہو سکیں۔ الحمد

للہ اس تعلق سے اسلامی لٹریچر بھی موجود ہے، اس کے ذریعہ بھی اسلامی تعلیمات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس تعلق سے سنجیدہ ہوں اور کوئی سسٹم اختیار کریں تب جا کر صحیح معنوں میں ہم انھیں تعلیم دے سکیں گے۔

جماعت اسلامی ہند نے جو مہم شروع کی ہے، مسلمانوں کی جتنی تنظیمیں ہیں، سب نے اس کی تائید کی ہے اور اسے بروقت اقدام قرار دیا ہے۔ جماعت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پندرہ دن تک ہم پورے ملک میں اس کا ایک ساتھ احساس دلائیں گے، تا کہ اس کے حق میں ایک خوش گوار ماحول بنے، پرسنل لا کی اہمیت محسوس کی جائے اور اس پر عمل کا جذبہ پیدا ہو۔حکومت اور اسلام دشمن لوگوں نے طلاق کا دامن پکڑ لیا ہے اور اسی کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں ۔ہم لوگوں کو طلاق کے بارے میں بھی سمجھائیں گے، اس کے صحیح طریقہ سے انھیں روشناس کرائیں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ کام صرف جماعت اسلامی کے کرنے کا نہیں ہے، یہ تو پوری امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔تمام مسلم تنظیموں کی ذمہ داری ہے ۔ یہ بات یاد رکھیے کہ پندرہ (۱۵) دن کے بعد یہ سعی و جہد ختم نہیں ہونی چاہیے۔اس کے بعد بھی ہماری مسلسل کوشش ہونی چاہیے ۔اس کا برابر جائزہ لیتے رہنا بہت ضروری ہے ۔اس کے لیے ایک طویل مدت درکار ہے، تب جا کر ہم اپنے مقصد میں کام یاب ہوسکیں گے۔

پاکستان میں

سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کے لیے رابطہ کریں:

جناب سجاد الٰہی صاحب، 27-A، لوہا مارکیٹ، مال گودام روڈ، بادامی باغ، لاہور

Tel: 0300-4682752, (R)5863609, (0)7280916

Email: abdulhadi_133@yahoo.com